دورۂ ترجمۂ قرآن

ڈاکٹر اسرار احمد

سُورۃُ البقرۃ

آیات ۱۵۳تا ۱۶۳

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ
الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ
وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَىْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ
وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِيْنَ
اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ
عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ اِنَّ
الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ
عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾ اِنَّ
الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ
فِى الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا
وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ
وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ
يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾﴾

سورۃ البقرۃ کے انیسویں رکوع سے اب اُمت مسلمہ سے براہِ راست خطاب ہے۔ اس سے قبل اس اُمت کی غرضِ تاسیس بایں الفاظ بیان کی جا چکی ہے: ﴿لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ﴾ (آیت ۱۴۳) ''تاکہ تم لوگوں پر گواہی دینے والے بنو اور رسولؐ تم پر گواہی دینے والا بنے''۔ گویا اب تم ہمیشہ ہمیش کے لیے محمدؐ رسول اللہ ﷺ اور نوعِ انسانی کے درمیان واسطہ ہو۔ ایک حدیث میں علماء حق کے بارے میں فرمایا گیا ہے: ((اِنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ))[1] ''یقیناً علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں''۔ اس لیے کہ اب نبوت تو ختم ہو گئی خاتم المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ پر' لیکن یہ آخری کتاب قیامت تک رہے گی' اس کو پہنچانا ہے' اس کو عام کرنا ہے' اور صرف تبلیغ سے نہیں عمل کر کے دکھانا ہے۔ وہ نظام عملاً قائم کر کے دکھانا ہے جو محمدِ عربی ﷺ نے قائم کیا تھا' تب حجت قائم ہو گی۔ اس کے لیے تمہیں قربانیاں دینی ہوں گی' مشکلات جھیلنی ہوں گی' جان و مال کا نقصان برداشت کرنا ہو گا۔ آرام سے گھر بیٹھے' ٹھنڈے پیٹوں حق نہیں آ جائے گا' کفر اس طرح جگہ نہیں چھوڑے گا۔ کفر کو ہٹانے کے لیے' باطل کو ختم کرنے کے لیے اور حق کو قائم کرنے کے لیے تمہیں تن من دھن لگانے ہوں گے۔ چنانچہ اب پکار آ رہی ہے:

آیت ۱۵۳ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ﴾ ''اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو''۔

پانچویں رکوع کی سات آیات کو میں نے بنی اسرائیل سے خطاب کے ضمن میں بمنزلۂ فاتحہ قرار دیا تھا۔ وہاں پر یہ الفاظ آئے تھے: ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾﴾ ''اور مدد چاہو صبر اور نماز سے' اور یقیناً یہ بھاری چیز ہے مگر ان لوگوں کے لیے جو ڈرنے والے ہیں' جو گمان رکھتے ہیں کہ وہ اپنے ربّ سے ملاقات کرنے والے ہیں اور وہ اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں''۔ اب یہی بات اہل ایمان سے کہی جا رہی ہے۔

---

(۱) صحیح البخاری' کتاب العلم' باب العلم قبل القول والعمل۔ وسنن الترمذی' کتاب العلم عن رسول اللہ ﷺ' باب ما جاء فی فضل الفقه علی العبادة۔ وسنن ابی داوٗد' کتاب العلم' باب الحث علی طلب العلم۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ ''جان لو کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی معیت سے کیا مراد ہے! ایک بات تو متفق علیہ ہے کہ اللہ کی مدد' اللہ کی تائید' اللہ کی نصرت ان کے شامل حال ہے۔ باقی یہ کہ جہاں کہیں بھی ہم ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اس کی کیفیت ہم نہیں جانتے' لیکن خود اس کا فرمان ہے کہ ''ہم تو انسان سے اُس کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں''۔ (ق:١٦)

آیت ۱۵۴ ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ﴾ ''اور مت کہو اُن کو جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں کہ وہ مردہ ہیں۔''

اب پہلے ہی قدم پر اللہ کی راہ میں قتل ہونے کی بات آ گئی ع ''شرطِ اوّل قدم ایں است کہ مجنوں باشی!'' ایمان کا اوّلین تقاضا یہ ہے کہ جانیں دینے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

﴿بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾ ''(وہ مردہ نہیں ہیں) بلکہ زندہ ہیں' لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں ہے۔''

جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں ان کو جنت میں داخلہ کے لیے یومِ آخرت تک انتظار نہیں کرنا ہوگا' شہداء کو تو اُسی وقت براہِ راست جنت میں داخلہ ملتا ہے' لہٰذا وہ تو زندہ ہیں۔ یہی مضمون سورۂ آل عمران میں اور زیادہ نکھر کر سامنے آئے گا۔

آیت ۱۵۵ ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ﴾ ''اور ہم تمہیں لازماً آزمائیں گے کسی قدر خوف اور بھوک سے''

دیکھ لو' جس راہ میں تم نے قدم رکھا ہے یہاں اب آزمائشیں آئیں گی' تکلیفیں آئیں گی۔ رشتہ دار ناراض ہوں گے' شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق ہوگی' اولاد والدین سے جدا ہوگی' فساد ہوگا' فتور ہوگا' تصادم ہوگا' جان و مال کا نقصان ہوگا۔ ہم خوف کی کیفیت سے بھی تمہاری آزمائش کریں گے اور بھوک سے بھی۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیسی کیسی سختیاں جھیلیں اور کئی کئی روز کے فاقے برداشت کیے۔ غزوۂ احزاب میں کیا حالات پیش آئے ہیں! اس کے بعد جیش العسرۃ (غزوۂ تبوک) میں کیا کچھ ہوا ہے!

﴿وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ﴾ ''اور مالوں اور جانوں اور ثمرات کے نقصان سے۔''

مالی اور جانی نقصان بھی ہوں گے اور ثمرات کا نقصان بھی ہوگا۔ ''ثمرات'' یہاں دو معنی دے رہا ہے۔ مدینہ والوں کی معیشت کا دارومدار زراعت اور باغبانی پر تھا۔ خاص طور پر کھجور ان کی پیداوار تھی' جسے آج کی اصطلاح میں cash crop کہا جائے گا۔ اب ایسا بھی ہوا کہ فصل پک کر تیار کھڑی ہے اور اگر اسے درختوں سے اتارا نہ گیا تو ضائع ہو جائے گی' اُدھر سے غزوۂ تبوک کا حکم آ گیا کہ نکلو اللہ کی راہ میں! تو یہ امتحان ہے ثمرات کے نقصان کا۔ اس کے علاوہ ثمرات کا ایک اور مفہوم ہے۔ انسان بہت محنت کرتا ہے' جدوجہد کرتا ہے' ایک کیریئر اپناتا ہے اور اس میں اپنا ایک مقام بنالیتا ہے۔ لیکن جب وہ دین کے راستے پر آتا ہے تو کچھ اور ہی شکل اختیار کرنی پڑتی ہے۔ چنانچہ اپنی تجارت کے جمانے میں یا کسی پروفیشن میں اپنا مقام بنانے میں اُس نے جو محنت کی تھی وہ سب کی سب صفر ہو کر رہ جاتی ہے' اور اپنی محنت کے ثمرات سے بالکل تہی دامن ہو کر اسے اس وادی میں آنا پڑتا ہے۔

﴿ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ ''اور (اے نبیؐ) بشارت دیجیے ان صبر کرنے والوں کو۔''

آیت ۱۵۶ ﴿الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ﴾ ''وہ لوگ کہ جن کو جب بھی کوئی مصیبت آئے''

﴿قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ ''تو وہ کہتے ہیں کہ بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور اُسی کی طرف ہمیں لوٹ جانا ہے۔''

آخر کار تو یہاں سے جانا ہے' اگر کل کی بجائے ہمیں آج ہی بلا لیا جائے تب بھی حاضر ہیں۔ بقول اقبال:

نشانِ مردِ مؤمن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لبِ اوست

یعنی مردِ مؤمن کی تو نشانی ہی یہی ہے کہ جب موت آتی ہے تو مسرت کے ساتھ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ جاتی ہے۔ وہ دنیا سے مسکراتا ہوا رخصت ہوتا ہے۔ یہ ایمان کی علامت ہے اور بندۂ مؤمن اس دنیا میں زیادہ دیر تک رہنے کی خواہش نہیں کر سکتا۔ اسے معلوم ہے کہ وہ دنیا میں جو لمحہ بھی گزار رہا ہے اسے اس کا حساب دینا ہوگا۔ تو جتنی عمر بڑھ رہی ہے حساب بڑھ رہا ہے۔ چنانچہ حدیث میں دنیا کو مؤمن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت قرار دیا گیا

ہے: ((اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ)) (۱)

آیت ۱۵۷ ﴿اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ قف﴾ ''یہی ہیں وہ لوگ کہ جن پر اُن کے رب کی عنایتیں ہیں اور رحمت۔''

ان پر ہر وقت اللہ کی عنایتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے اور رحمت کی بارش ہوتی رہتی ہے۔

﴿وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ﴾ ''اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے واقعتاً ہدایت کو اختیار کیا ہے۔ اور جو ایسے مرحلے پر ٹھٹھک کر کھڑے رہ جائیں' پیچھے ہٹ کر بیٹھ جائیں' پیٹھ موڑ لیں تو گویا وہ ہدایت سے تہی دامن ہیں۔

آیت ۱۵۸ ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ ج﴾ ''یقیناً صفا اور مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں۔''

یہ آیت اصل سلسلۂ بحث یعنی قبلہ کی بحث سے متعلق ہے۔ بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوا کہ حج کے مناسک میں یہ جو صفا اور مروہ کی سعی ہے تو اس کی کیا حقیقت ہے؟ فرمایا کہ یہ بھی اللہ کے شعائر میں سے ہیں۔ شعائر' شعیرہ کی جمع ہے جس کے معنی ایسی چیز کے ہیں جو شعور بخشے' جو کسی حقیقت کا احساس دلانے والی اور اس کا مظہر اور نشان ہو۔ چنانچہ وہ مظاہر جن کے ساتھ اولوالعزم پیغمبروں یا اولوالعزم اولیاء اللہ کے حالات و واقعات کا کوئی ذہنی سلسلہ قائم ہوتا ہو اور جو اللہ اور رسولؐ کی طرف سے بطور ایک نشان اور علامت مقرر کیے گئے ہوں شعائر کہلاتے ہیں۔ وہ گویا بعض معنوی حقائق کا شعور دلانے والے اور ذہن کو اللہ کی طرف لے جانے والے ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے بیت اللہ' حجر اسود' جمرات اور صفا و مروہ اللہ تعالیٰ کے شعائر میں سے ہیں۔

﴿فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِھِمَا ط﴾ ''تو جو کوئی بھی بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے کہ ان دونوں کا طواف بھی کرے۔''

صفا و مروہ کے طواف سے مراد وہ سعی ہے جو ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سات چکروں کی صورت میں کی جاتی ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم' کتاب الزھد والرقائق۔ وسنن الترمذی' ابواب الزھد' باب ما جاء ان الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر۔

﴿وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا﴾ ''اور جو شخص خوش دلی سے کوئی بھلائی کا کام کرتا ہے''
﴿فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿١٥٨﴾﴾ ''تو (جان لو کہ) اللہ بڑا قدر دان ہے' جاننے والا ہے۔''

یہاں اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ ''شاکر'' آیا ہے۔ لفظ شکر کی نسبت جب بندے کی طرف ہو تو اس کے معنی شکر گزاری اور احسان مندی کے ہوتے ہیں' لیکن جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی قدر دانی اور قبول کرنے کے ہو جاتے ہیں۔ ''شاکر'' کے ساتھ دوسری صفت ''علیم'' آئی ہے کہ وہ سب کچھ جاننے والا ہے۔ چاہے کسی اور کو پتا نہ لگے اسے تو خوب معلوم ہے۔ اگر تم نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے کسی کو کوئی مالی مدد دی ہے' اس حال میں کہ داہنے ہاتھ نے جو کچھ دیا ہے اس کی بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہونے دی' کجا یہ کہ کسی اور انسان کے سامنے اس کا تذکرہ ہو' تو یہ اللہ کے تو علم میں ہے' چنانچہ اگر اللہ سے اجر و ثواب چاہتے ہو تو اپنی نیکیوں کا ڈھنڈورا پیٹنے کی کوئی ضرورت نہیں' لیکن اگر تم نے یہ سب کچھ لوگوں کو دکھانے کے لیے کیا تھا تو گویا وہ شرک ہو گیا۔

آیت ۱۵۹ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى﴾ ''یقیناً وہ لوگ جو چھپاتے ہیں اُس شے کو جو ہم نے نازل کی بیّنات میں سے اور ہدایت میں سے''
﴿مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ﴾ ''بعد اس کے کہ ہم نے اس کو واضح کر دیا ہے لوگوں کے لیے کتاب میں''
﴿اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿١٥٩﴾﴾ ''تو وہی لوگ ہیں کہ جن پر لعنت کرتا ہے اللہ اور لعنت کرتے ہیں تمام لعنت کرنے والے۔''

اس آیت میں یہود کی طرف اشارہ ہے' جن کی معاندانہ روش کا ذکر پہلے گزر چکا۔ یہاں اب گویا آخری قطعی صفائی (mopping up operation) کے طور پر ان کے بارے میں چند باتوں کا مزید اضافہ کیا جا رہا ہے۔ یہاں بینات اور ہدیٰ سے خاص طور پر وہ نشانیاں مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تورات میں نبی آخر الزماں ﷺ کے بارے میں یہود کی راہنمائی کے لیے واضح فرمائی تھیں۔ لیکن یہود نے ان نشانیوں سے راہنمائی حاصل کرنے کے بجائے ان کو چھپانے کی کوشش کی۔ آیت ۱۴۰ میں ہم پڑھ آئے ہیں: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ

شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ﴾ ''اور اُس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جس کے پاس اللہ کی طرف سے ایک گواہی تھی جسے اُس نے چھپالیا''۔ یہاں اسی کی وضاحت ہو رہی ہے کہ تورات اور انجیل میں کیسی کیسی کھلی شہادتیں تھیں' اور ان کو یہ چھپائے پھر رہے ہیں!

آیت ۱۶۰ ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا﴾ ''سوائے ان کے جو توبہ کریں اور اصلاح کرلیں اور (جو کچھ چھپاتے تھے اسے) واضح طور پر بیان کرنے لگیں''

﴿فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ﴾ ''تو ان کی توبہ میں قبول کروں گا۔''

میں اپنی نگاہِ التفات ان کی طرف متوجہ کردوں گا۔

﴿وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾﴾ ''اور میں تو ہوں ہی توبہ کا قبول کرنے والا' رحم فرمانے والا۔''

آیت ۱۶۱ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ اسی حال میں مر گئے کہ کفر پر قائم تھے''

﴿اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۶۱﴾﴾ ''ان پر لعنت ہے اللہ کی بھی اور فرشتوں کی بھی اور تمام انسانوں کی بھی۔''

آیت ۱۶۲ ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ﴾ ''اسی (لعنت کی کیفیت) میں وہ ہمیشہ رہیں گے''۔

﴿لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ﴾ ''نہ ان پر سے عذاب میں کوئی کمی کی جائے گی''

﴿وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾﴾ ''اور نہ ان کو مہلت ہی ملے گی۔''

عذاب کا تسلسل ہمیشہ قائم رہے گا۔ ایسا نہیں ہوگا کہ ذرا سی دیر کے لیے وقفہ ہو جائے یا سانس لینے کی مہلت ہی مل جائے۔

آیت ۱۶۳ ﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ﴾ ''اور تمہارا اِلٰہ ایک ہی اِلٰہ ہے۔''

﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾﴾ ''اس کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ہے' وہ رحمٰن ہے' رحیم ہے۔''

رحمٰن اور رحیم کی وضاحت سورۃ الفاتحہ میں گزر چکی ہے۔

آیات ۱۶۴ تا ۱۶۷

﴿ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ
الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ
مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ
وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ
لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا
یُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ یَرَی الَّذِیْنَ
ظَلَمُوْٓا اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ
الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ
وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ
مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ یُرِیْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَیْهِمْ ؕ
وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾﴾

اب جو آیت آ رہی ہے اس کے مطالعہ سے پہلے ایک بات سمجھ لیجیے کہ سورۃ البقرۃ کا نصف ثانی جو بائیس رکوعوں پر مشتمل ہے اور جس کا آغاز انیسویں رکوع سے ہوا ہے اس میں ترتیب کیا ہے۔ سورۃ البقرۃ کے پہلے اٹھارہ رکوعوں کی تقسیم عمودی (verticle) ہے۔ یعنی چار رکوع اِدھر' دس درمیان میں' پھر چار اُدھر۔لیکن انیسویں رکوع سے اب افقی (horizontal) تقسیم کا آغاز ہو گیا ہے۔ اس حصے میں چار مضامین تانے بانے کی طرح بُنے ہوئے ہیں۔ یا یوں کہہ لیں کہ چار لڑیاں ہیں جن کو بٹ کر رسّی بنا دیا گیا ہے۔ ان چار میں سے دو لڑیاں تو شریعت کی ہیں' جن میں سے ایک عبادات کی اور دوسری احکام و شرائع کی ہے کہ یہ واجب ہے' یہ کرنا ہے' یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ نماز فرض ہے' روزہ فرض ہے' وغیرہ وغیرہ۔ احکام و شرائع میں خاص طور پر شوہر اور بیوی کے تعلق کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ اس لیے کہ معاشرتِ انسانی کی بنیاد یہی ہے۔ لہٰذا اس سورت میں آپ دیکھیں گے کہ عائلی قوانین کے ضمن میں تفصیلی احکام آئیں گے۔ جبکہ دوسری دو لڑیاں جہاد بالمال اور جہاد بالنفس

کی ہیں۔ جہاد بالنفس کی آخری انتہا قتال ہے جہاں انسان نقد جان ہتھیلی پر رکھ کر میدانِ کارزار میں حاضر ہو جاتا ہے۔

اب ان چاروں مضامین یا چاروں لڑیوں کو ایک مثال سے سمجھ لیجیے۔ فرض کیجیے ایک سرخ لڑی ہے' ایک پیلی ہے' ایک نیلی ہے اور ایک سبز ہے' اور ان چاروں لڑیوں کو ایک رسّی کی صورت میں بٹ دیا گیا ہے۔ آپ اس رسّی کو دیکھیں گے تو چاروں رنگ کٹے پھٹے نظر آئیں گے۔ پہلے سرخ' پھر پیلا' پھر نیلا اور پھر سبز نظر آئے گا۔ لیکن اگر رسّی کے بل کھول دیں تو ہر لڑی مسلسل نظر آئے گی۔ چنانچہ سورۃ البقرۃ کے نصف آخر میں عبادات' احکامِ شریعت' جہاد بالمال اور جہاد بالنفس کے چار مضامین چار لڑیوں کی مانند گتھے ہوئے ہیں۔ یہ چاروں لڑیاں تانے بانے کی طرح بنی ہوئی ہیں۔ لیکن اسی بُنتی میں بہت بڑے بڑے پھول موجود ہیں۔ یہ پھول قرآن مجید کی عظیم ترین اور طویل آیات ہیں' جن کی نمایاں ترین مثال آیت الکرسی کی ہے۔ ان عظیم آیات میں سے ایک آیت یہاں بیسویں رکوع کے آغاز میں آ رہی ہے' جسے میں نے ''آیت الآیات'' کا عنوان دیا ہے۔ اس لیے کہ قرآن مجید کی کسی اور آیت میں اس قدر مظاہر فطرت (phenomena of nature) یکجا نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مظاہر فطرت کو اپنی آیات قرار دیتا ہے۔ آسمان اور زمین کی تخلیق' رات اور دن کا اُلٹ پھیر' آسمان کے ستارے اور زمین کی نباتات' یہ سب آیات ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں مختلف مقامات پر کیا گیا ہے' لیکن یہاں بہت سے مظاہر فطرت کو جس طرح ایک آیت میں سمویا گیا ہے یہ حکمتِ قرآنی کا ایک بہت بڑا پھول ہے جو ان چار لڑیوں کی بُنتی کے اندر آ گیا ہے۔

آیت ۱۶۴ ﴿اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ﴾ ''یقیناً آسمان اور زمین کی تخلیق میں اور رات اور دن کے اُلٹ پھیر میں''

﴿وَالۡفُلۡكِ الَّتِیۡ تَجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ بِمَا یَنۡفَعُ النَّاسَ﴾ ''اور اُن کشتیوں (اور جہازوں) میں جو سمندر میں (یا دریاؤں میں) لوگوں کے لیے نفع بخش سامان لے کر چلتی ہیں''

﴿وَمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ﴾ ''اور اُس پانی میں کہ جو اللہ نے آسمان سے اتارا ہے''

﴿فَاَحۡیَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا﴾ ''پھر اس سے زندگی بخشی زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد''

بے آب وگیاہ زمین پڑی تھی' بارش ہوئی تو اسی میں سے روئیدگی آ گئی۔

﴿وَبَثَّ فِیۡهَا مِنۡ کُلِّ دَآبَّةٍ﴾ ''اور ہر قسم کے حیوانات (اور چرند پرند) اس کے اندر پھیلا دیے۔''

﴿وَّتَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ﴾ ''اور ہواؤں کی گردش میں''

ہواؤں کی گردش کے مختلف انداز اور مختلف پہلو ہیں۔ کبھی شمالاً جنوباً چل رہی ہے' کبھی مشرق سے آ رہی ہے' کبھی مغرب سے آ رہی ہے۔ اس گردش میں بڑی حکمتیں کارفرما ہیں۔

﴿وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَیۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ﴾ ''اور ان بادلوں میں جو معلق کر دیے گئے ہیں آسمان اور زمین کے درمیان''

﴿لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ﴾ ''یقیناً نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیں۔''

ان مظاہر فطرت کو دیکھو اور ان کے خالق اور مدبر کو پہچانو! ان آیاتِ آفاقی پر غور وفکر اور ان کے خالق کو پہچاننے کا جو عملی نتیجہ نکلنا چاہیے اور جس تک عام طور پر لوگ نہیں پہنچ پاتے اب اگلی آیت میں اس کا تذکرہ ہے۔ نتیجہ تو یہ نکلنا چاہیے کہ پھر محبوب اللہ ہی ہو' شکر اسی کا ہو' اطاعت اسی کی ہو' عبادت اسی کی ہو۔ جب سورج میں اپنا کچھ نہیں' اسے اللہ نے بنایا ہے اور اسے حرارت عطا کی ہے' چاند میں کچھ نہیں' ہوائیں چلانے والا بھی وہی ہے تو اور کسی شے کے لیے کوئی شکر نہیں' کوئی عبادت نہیں' کوئی ڈنڈوت نہیں' کوئی سجدہ نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ہی مطلوب ومقصود بن جائے' وہی محبوب ہو۔ لَا مَحۡبُوۡبَ اِلَّا اللّٰهُ' لَا مَقۡصُوۡدَ اِلَّا اللّٰهُ' لَا مَطۡلُوۡبَ اِلَّا اللّٰهُ ـــــ جن لوگوں کی یہاں تک رسائی نہیں ہو پاتی وہ کسی اور شے کو اپنا محبوب و مطلوب بنا کر اس کی پرستش شروع کر دیتے ہیں۔ خدا تک نہیں پہنچے تو ع ''اپنے ہی حسن کا دیوانہ بنا پھرتا ہوں'' کے مصداق اپنے نفس ہی کو معبود بنا لیا اور خواہشاتِ نفس کی پیروی میں لگ گئے۔ کچھ لوگوں نے اپنی قوم کو معبود بنا لیا اور قوم کی برتری اور سربلندی کے لیے جانیں بھی دے رہے ہیں۔ بعض نے وطن کو معبود بنا لیا۔ اس حقیقت کو علامہ اقبال نے سمجھا ہے کہ اِس دَور کا سب سے بڑا بت وطن ہے۔ ان کی نظم ''وطنیت'' ملاحظہ کیجیے: ؎

اِس دَور میں مے اور ہے' جام اور ہے' جم اور
ساقی نے بنا کی روشِ لطف و ستم اور
تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
اِن تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

اگلی آیت میں تمام معبودانِ باطل کی نفی کر کے ایک اللہ کو اپنا محبوب اور مطلوب و مقصود بنانے کی دعوت دی گئی ہے۔

آیت ۱۶۵ ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا﴾ ''اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کو چھوڑ کر کچھ اور چیزوں کو اس کا ہمسر اور مد مقابل بنا دیتے ہیں''
﴿يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ﴾ ''وہ ان سے ایسی محبت کرنے لگتے ہیں جیسی اللہ سے کرنی چاہیے۔''

یہ دراصل ایک فلسفہ ہے کہ ہر باشعور انسان کسی شے کو اپنا آئیڈیل' نصب العین یا آدرش ٹھہراتا ہے اور پھر اس سے بھرپور محبت کرتا ہے' اس کے لیے جیتا ہے' اس کے لیے مرتا ہے' قربانیاں دیتا ہے' ایثار کرتا ہے۔ چنانچہ کوئی قوم کے لیے' کوئی وطن کے لیے اور کوئی خود اپنی ذات کے لیے قربانی دیتا ہے۔ لیکن بندۂ مؤمن یہ سارے کام اللہ کے لیے کرتا ہے۔ وہ اپنا مطلوب و مقصود اور محبوب صرف اللہ کو بناتا ہے۔ وہ اُسی کے لیے جیتا ہے' اُسی کے لیے مرتا ہے۔ ﴿اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الانعام) ''بے شک میری نماز' میری قربانی' میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے''۔ اس کے برعکس عام انسانوں کا معاملہ یہی ہوتا ہے کہ:

می تراشد فکر ما ہر دم خداوندے دگر
رست از یک بند تا افتاد در بندے دگر

انسان اپنے ذہن سے معبود تراشتا رہتا ہے' ان سے محبت کرتا ہے اور ان کے لیے قربانیاں دیتا ہے۔ یہ مضمون سورۃ الحج کے آخری رکوع میں زیادہ وضاحت کے ساتھ آئے گا۔

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ ''اور جو لوگ واقعتاً صاحب ایمان ہوتے ہیں

ان کی شدید ترین محبت اللہ کے ساتھ ہوتی ہے۔"

ع گر یہ نہیں تو بابا پھر سب کہانیاں ہیں! یہ گویا لٹمس ٹیسٹ ہے۔کوئی شے اگر اللہ سے بڑھ کر محبوب ہو گئی تو وہ تمہاری معبود ہے۔تم نے اللہ کو چھوڑ کر اُس کو اپنا معبود بنا لیا' چاہے وہ دولت ہی ہو۔حدیث نبویؐ ہے: ((تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ))(۱) "ہلاک اور برباد ہو جائے درہم و دینار کا بندہ"۔ نام خواہ عبدالرحمٰن ہو' حقیقت میں وہ عبدالدینار ہے۔اس لیے کہ وہ یہ خواہش رکھتا ہے کہ دینار آنا چاہیے' خواہ حرام سے آئے یا حلال سے' جائز ذرائع سے آئے یا ناجائز ذرائع سے۔چنانچہ اس کا معبود اللہ نہیں' دینار ہے۔ہندو نے لکشمی دیوی کی مورتی بنا کر اسے پوجنا شروع کر دیا کہ یہ لکشمی دیوی اگر ذرا مہربان ہو جائے گی تو دولت کی ریل پیل ہو جائے گی۔ہم نے اس درمیانی واسطے کو بھی ہٹا کر براہِ راست ڈالر اور پیٹر وڈالر کو پوجنا شروع کر دیا اور اس کی خاطر اپنے وطن اور اپنے ماں باپ کو چھوڑ دیا۔چنانچہ یہاں کتنے ہی لوگ سسک سسک کر مر جاتے ہیں اور آخری لمحات میں ان کا بیٹا یا بیٹی ان کے پاس موجود نہیں ہوتا بلکہ دیارِ غیر میں ڈالر کی پوجا میں مصروف ہوتا ہے۔

﴿وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا﴾ "اور اگر یہ ظالم لوگ اُس وقت کو دیکھ لیں جب یہ دیکھیں گے عذاب کو' تو (ان پر یہ بات واضح ہو جائے کہ) قوت تو ساری کی ساری اللہ کے پاس ہے"

یہاں ظلم شرک کے معنی میں آیا ہے اور ظالم سے مراد مشرک ہیں۔

﴿وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ﴾ "اور یہ کہ اللہ سزا دینے میں بہت سخت ہے۔"

اُس وقت آنکھ کھلے گی تو کیا فائدہ ہوگا؟ اب آنکھ کھلے تو فائدہ ہے۔

آیت ۱۶۶ ﴿اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا﴾ "اُس وقت وہ لوگ جن کی (دنیا میں) پیروی کی گئی تھی اپنے پیروؤں سے اظہارِ براءت کریں گے"

ہر انسانی معاشرے میں کچھ ایسے لوگ ضرور ہوتے ہیں جو دوسرے لوگوں کو اپنے پیچھے لگا لیتے ہیں' چاہے اربابِ اقتدار ہوں' چاہے مذہبی مسندوں کے والی ہوں۔لوگ انہیں اپنے پیشوا اور راہنما مان کر ان کی پیروی کرتے ہیں اور ان کی ہر سچی جھوٹی بات پر سرِ تسلیم خم کرتے

(۱) صحیح البخاری' کتاب الجهاد والسير' باب الحراسة فی الغزو فی سبيل الله۔ وسنن ابن ماجه' کتاب الزهد' باب فی المكثرين۔

ہیں۔ جب عذابِ آخرت ظاہر ہوگا تو یہ پیشوا اور راہنما اس عذاب سے بچانے میں اپنے پیروؤں کے کچھ بھی کام نہ آئیں گے اور ان سے صاف صاف اظہارِ براءت اور اعلانِ لاتعلقی کر دیں گے۔

﴿وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ﴾ ''اور وہ عذاب سے دوچار ہوں گے اور ان کے تمام تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔''

جب جہنم ان کی نگاہوں کے سامنے آ جائے گی تو تمام رشتے منقطع ہو جائیں گے۔ سورۂ عبس میں اس نفسا نفسی کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے: ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ۝﴾ ''اُس روز آدمی بھاگے گا اپنے بھائی سے' اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے' اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے۔ ان میں سے ہر شخص پر اُس دن ایسا وقت آ پڑے گا کہ اُسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہوگا''۔ اسی طرح سورۃ المعارج میں فرمایا گیا ہے: ﴿يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۝ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ۝ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۝﴾ ''مجرم چاہے گا کہ اُس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنی اولاد کو' اپنی بیوی کو' اپنے بھائی کو' اپنے قریب ترین خاندان کو جو اسے پناہ دینے والا تھا' اور روئے زمین کے سب انسانوں کو فدیہ میں دے دے اور یہ تدبیر اسے نجات دلا دے''۔ یہاں فرمایا: ﴿تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ﴾ ''ان کے سارے رشتے منقطع ہو جائیں گے'' یہ لمحۂ فکریہ ہے کہ جن رشتوں کی وجہ سے ہم حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر رہے ہیں' جن کی دلجوئی کے لیے حرام کی کمائی کرتے ہیں اور جن کی ناراضی کے خوف سے دین کے راستے پر آگے نہیں بڑھ رہے ہیں' یہ سارے رشتے اسی دنیا تک محدود ہیں اور اُخروی زندگی میں یہ کچھ کام نہ آئیں گے۔

آیت ۱۶۷ ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً﴾ ''اور جو اُن کے پیروکار تھے وہ کہیں گے کہ اگر کہیں ہمیں دنیا میں ایک بار لوٹنا نصیب ہو جائے''

﴿فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا﴾ ''تو ہم بھی ان سے اسی طرح اظہارِ براءت کریں گے جیسے آج یہ ہم سے بیزاری ظاہر کر رہے ہیں۔''

﴿كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ﴾ ''اس طرح اللہ ان کو ان

کے اعمال حسرتیں بنا کر دکھائے گا۔‘‘

وہ کہیں گے کاش ہم نے سمجھا ہوتا‘ کاش ہم نے ان کی پیروی نہ کی ہوتی‘ کاش ہم نے ان کو اپنا لیڈر اور اپنا ہادی و رہنما نہ مانا ہوتا!!

﴿وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ﴿۱۶۷﴾﴾ ’’لیکن وہ اب آگ سے نکلنے والے نہیں ہوں گے۔‘‘ اب ان کو دوزخ سے نکلنا نصیب نہیں ہوگا۔

آیات ۱۶۸ تا ۱۷۶

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْۗءِ وَالْفَحْشَاۗءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَاۗءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَاۗؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَـيْــــًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِىْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَاۗءً وَّنِدَاۗءً ۭ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَـمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰۗىِٕكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ښ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۴﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَھُمْ عَلَي النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَـقِّ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾﴾

[illegible] ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا﴾ ’’اے لوگو!

زمین میں جو کچھ حلال اور طیب ہے اسے کھاؤ''

﴿وَّلَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّیۡطٰنِ ؕ﴾ ''اور شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی نہ کرو۔''

﴿اِنَّہٗ لَکُمۡ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۶۸﴾﴾ ''یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

یہ بحث دراصل سورۃ الانعام میں زیادہ وضاحت سے آئے گی۔ عرب میں یہ رواج تھا کہ بتوں کے نام پر کوئی جانور چھوڑ دیتے تھے' جس کو ذبح کرنا وہ حرام سمجھتے تھے۔ ایسی روایات ہندوؤں میں بھی تھیں جنہیں ہم نے بچپن میں دیکھا ہے۔ مثلاً کوئی سانڈ چھوڑ دیا' کسی کے کان چیر دیے کہ یہ فلاں بت کے لیے یا فلاں دیوی کے لیے ہے۔ ایسے جانور جہاں چاہیں منہ ماریں' انہیں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ ظاہر ہے ان کا گوشت کیسے کھایا جا سکتا تھا! تو عرب میں بھی یہ رواج تھے اور ظہورِ اسلام کے بعد بھی ان کے کچھ نہ کچھ اثرات ابھی باقی تھے۔ آباء و اَجداد کی رسمیں جو قرنوں سے چلی آ رہی ہوں وہ آسانی سے چھوٹتی نہیں ہیں' کچھ نہ کچھ اثرات رہتے ہیں۔ جیسے آج بھی ہمارے ہاں ہندوانہ اثرات موجود ہیں۔ تو ایسے لوگوں سے کہا جا رہا ہے کہ مشرکانہ توہمات کی بنیاد پر تمہارے مشرک باپ دادا نے اگر کچھ چیزوں کو حرام ٹھہرا لیا تھا اور کچھ کو حلال قرار دے لیا تھا تو اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ تم شیطان کی پیروی میں مشرکانہ توہمات کے تحت اللہ تعالیٰ کی حلال ٹھہرائی ہوئی چیزوں کو حرام مت ٹھہراؤ۔ جو چیز بھی اصلاً حلال اور پاکیزہ و طیب ہے اسے کھاؤ۔

آیت ۱۶۹ ﴿اِنَّمَا یَاۡمُرُکُمۡ بِالسُّوۡٓءِ وَالۡفَحۡشَآءِ﴾ ''وہ (شیطان) تو بس تمہیں بدی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے''

﴿وَاَنۡ تَقُوۡلُوۡا عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۶۹﴾﴾ ''اور اس کا کہ تم اللہ کی طرف وہ باتیں منسوب کرو جن کے بارے میں تمہیں کوئی علم نہیں ہے۔''

آیت ۱۷۰ ﴿وَاِذَا قِیۡلَ لَہُمُ اتَّبِعُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ﴾ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو اس کی جو اللہ نے نازل کیا ہے''

﴿قَالُوۡا بَلۡ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلۡفَیۡنَا عَلَیۡہِ اٰبَآءَنَا ؕ﴾ ''وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ہم تو پیروی کریں گے اُس طریقے کی جس پر ہم نے اپنے آباء و اجداد کو پایا ہے۔''

﴿اَوَلَوۡ کَانَ اٰبَآؤُہُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ شَیۡئًا وَّلَا یَہۡتَدُوۡنَ ﴿۱۷۰﴾﴾ ''اگرچہ ان کے آباء

واَجداد نہ کسی بات کو سمجھ پائے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوئے ہوں (پھر بھی وہ اپنے آباء واَجداد ہی کی پیروی کرتے رہیں گے؟)''

سورۃ البقرۃ کے تیسرے رکوع کی پہلی آیت (جہاں نوعِ انسانی کو خطاب کر کے عبادتِ ربّ کی دعوت دی گئی) کے ضمن میں وضاحت کی گئی تھی کہ جو لوگ تم سے پہلے گزر چکے ہیں وہ بھی تو مخلوق تھے جیسے تم مخلوق ہو' جیسے تم سے خطا ہو سکتی ہے ان سے بھی ہوئی' جیسے تم غلطی کر سکتے ہو انہوں نے بھی کی۔

آیت ۱۷۱ ﴿وَمَثَلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً﴾ ''اور ان لوگوں کی مثال جنہوں نے کفر کیا' ایسی ہے جیسے کوئی شخص ایسی چیز کو پکارے جو پکار اور آواز کے سوا کچھ نہ سمجھتی ہو۔''

جو لوگ محض باپ دادا کی تقلید میں اپنے کفر پر اَڑ گئے ہیں اُن کی تشبیہہ جانوروں سے دی گئی ہے جنہیں پکارا جائے تو وہ پکارنے والے کی پکار اور آواز تو سنتے ہیں' لیکن سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے بالکل عاری ہوتے ہیں۔ تمثیل سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمان ان لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن وہ اس دعوت پر کان دھرنے کو تیار نہیں ہیں۔

﴿صُمٌّۢ بُکْمٌ عُمْیٌ فَہُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ﴾ ''وہ بہرے بھی ہیں' گونگے بھی ہیں' اندھے بھی ہیں' پس وہ عقل سے کام نہیں لیتے۔''

آیت ۱۷۲ ﴿یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ﴾ ''اے اہل ایمان! کھاؤ اُن تمام پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں دی ہیں''

﴿وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ﴾ ''اور اللہ کا شکر ادا کرو''

﴿اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ﴾ ''اگر تم واقعتاً اُسی کی عبادت کرنے والے ہو۔''

جیسا کہ میں نے عرض کیا سورۃ الانعام میں یہ ساری چیزیں تفصیل سے آئیں گی۔

آیت ۱۷۳ ﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ وَالدَّمَ﴾ ''اُس نے تو تم پر یہی حرام کیا ہے مردار اور خون''

جو جانور اپنی موت آپ مر گیا' ذبح نہیں کیا گیا وہ حرام ہے اور خون حرام ہے' نجس ہے۔ اسی لیے اہل اسلام کا ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ صرف گردن کو کاٹا جائے' تاکہ اس میں

شریانیں وغیرہ کٹ جائیں اور جسم کا اکثر خون نکل جائے۔ لیکن اگر جھٹکا کیا جائے' یعنی تیز دھار آلے کے ایک ہی وار سے جانور کی گردن الگ کر دی جائے' جیسے سکھ کرتے ہیں یا جیسے یورپ وغیرہ میں ہوتا ہے' تو پھر خون جسم کے اندر رہ جاتا ہے۔ اس طریقے سے مارا گیا جانور حرام ہے۔

﴿وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ﴾ ''اور خنزیر کا گوشت''

﴿وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ﴾ ''اور جس پر اللہ کے سوا کسی کا نام پکارا گیا ہو۔''

یعنی کسی جانور کو ذبح کرتے ہوئے کسی بت کا' کسی دیوی کا' کسی دیوتا کا' الغرض اللہ کے سوا کسی کا بھی نام لیا گیا تو وہ حرام ہو گیا' اس کا گوشت کھانا حرام مطلق ہے' لیکن اسی کے تابع یہ صورت بھی ہے کہ کسی بزرگ کا قرب حاصل کرنے کے لیے جانور کو اس کے مزار پر لے جا کر وہاں ذبح کیا جائے' اگرچہ دعویٰ یہ ہو کہ یہ صاحبِ مزار کے ایصالِ ثواب کی خاطر اللہ تعالیٰ کے لیے ذبح کیا جا رہا ہے۔ اس لیے کہ ایصالِ ثواب کی خاطر تو یہ عمل گھر پر بھی کیا جا سکتا ہے۔

وہ کھانے جو اہل عرب میں اُس وقت رائج تھے' اللہ تعالیٰ نے بنیادی طور پر ان میں سے چار چیزوں کی حرمت کا قرآن حکیم میں بار بار اعلان کیا ہے۔ مکی سورتوں میں بھی ان چیزوں کی حرمت کا متعدد بار بیان ہوا ہے اور یہاں سورۃ البقرۃ میں بھی جو مدنی سورت ہے۔ اس کے بعد سورۃ المائدۃ میں یہ مضمون پھر آئے گا۔ ان چار چیزوں کی حرمت کے بیان سے حلال و حرام کی تفصیل پیش کرنا ہرگز مقصود نہیں ہے' بلکہ مشرکین کی تردید ہے۔

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ﴾ ''پھر جو کوئی مجبور ہو جائے اور وہ خواہش مند اور حد سے آگے بڑھنے والا نہ ہو تو اُس پر کوئی گناہ نہیں۔''

اگر کوئی شخص بھوک سے مجبور ہو گیا ہے' جان نکل رہی ہے اور کوئی شے کھانے کو نہیں ہے تو وہ جان بچانے کے لیے حرام کردہ چیز بھی کھا سکتا ہے۔ لیکن اس کے لیے دو شرطیں عائد کی گئی ہیں' ایک تو وہ اس حرام کی طرف رغبت اور میلان نہ رکھتا ہو اور دوسرے یہ کہ جان بچانے کے لیے جو ناگزیر مقدار ہے اس سے آگے نہ بڑھے۔ ان دو شرطوں کے ساتھ جان بچانے کے لیے حرام چیز بھی کھائی جا سکتی ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''یقیناً اللہ بخشنے والا' رحم کرنے والا ہے۔''

آیت ۱۷۴ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا

﴿قَلِیۡلًا ۙ﴾ ''یقیناً وہ لوگ جو چھپاتے ہیں اس کو جو اللہ نے نازل کیا ہے کتاب میں سے اور فروخت کرتے ہیں اسے بہت حقیر سی قیمت پر''

یعنی اس کے عوض دُنیوی فائدوں کی صورت میں حقیر قیمت قبول کرتے ہیں۔

﴿اُولٰٓئِکَ مَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ اِلَّا النَّارَ﴾ ''یہ لوگ نہیں بھر رہے اپنے پیٹوں میں مگر آگ''

﴿وَلَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ﴾ ''اور اللہ ان سے کلام نہیں کرے گا قیامت کے دن۔''

﴿وَلَا یُزَکِّیۡہِمۡ ۚ﴾ ''اور نہ انہیں پاک کرے گا۔''

﴿وَلَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱۷۴﴾﴾ ''اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

آیت ۱۷۵ ﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالۡہُدٰی﴾ ''یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے ہدایت دے کر گمراہی خرید لی ہے''

﴿وَالۡعَذَابَ بِالۡمَغۡفِرَۃِ ۚ﴾ ''اور (اللہ کی) مغفرت ہاتھ سے دے کر عذاب خرید لیا ہے۔''

﴿فَمَاۤ اَصۡبَرَہُمۡ عَلَی النَّارِ ﴿۱۷۵﴾﴾ ''تو یہ کس قدر صبر کرنے والے ہیں دوزخ پر!''

ان کا کتنا حوصلہ ہے کہ جہنم کا عذاب برداشت کرنے کے لیے تیار ہیں! اس کے لیے کس طرح تیاری کر رہے ہیں!

آیت ۱۷۶ ﴿ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ نَزَّلَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ ؕ﴾ ''یہ اس لیے کہ اللہ نے تو کتاب نازل کی حق کے ساتھ۔''

﴿وَاِنَّ الَّذِیۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِی الۡکِتٰبِ لَفِیۡ شِقَاقٍۭ بَعِیۡدٍ ﴿۱۷۶﴾﴾ ''اور یقیناً جن لوگوں نے کتاب میں اختلاف ڈالا وہ ضد اور مخالفت میں بہت دور نکل گئے۔''

جن لوگوں نے اللہ کی کتاب اور شریعت میں اختلاف کی پگڈنڈیاں نکالیں وہ ضد' ہٹ دھرمی' شقاوت اور دشمنی میں مبتلا ہو گئے اور اس میں بہت دور نکل گئے۔ اعاذنا اللّٰہ مِنۡ ذٰلِکَ!

❁ ❁ ❁